نوٹ:
سوال
سوال
سوال
سوال
سوال

ANS 01

امیہ، قریش کا ایک سردار تھا جسکی اولاد کو بنو امیہ کہا جاتا تھا۔ قریش کا ہی ایک دوسرا خاندان بنو ہاشم بھی تھا جس سے رسول اکرمﷺ کا تعلق تھا۔ ان دونوں خاندانوں میں پرانے زمانے سے رقابت اور چشمک چلی آتی تھی۔شاید یہی سبب تھا کہ جب بعثت نبوی ہوئی تو آپ کی مخالفت میں نبو ہاشم کم آگے بڑھے اور بنو امیہ زیادہ پیش پیش رہے۔ اسلام کے خلاف جو بھی جنگیں ہوئیں ان میں بنو امیہ کے افراد ہی قائدانہ کردار میں نظر آئے اور اس وقت تک مخالفت کرتے رہے جب تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب نہ کردیا۔ حالانکہ حضرت عثمان بن عفان جیسی سعید روحیں بھی تھیں جنھوں نے نبی ﷺ کی معاونت میں پیش قدمی کی اور اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کردیا۔ بنو امیہ کے بیشتر لوگوں نے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا۔انھیں میں ابوسفیان بھی تھے جو اسلام کے خلاف ہر جنگ میں آگے رہے اور عرب والوں کو پیغمبر اسلام کے خلاف ورغلانے کا کام کرتے رہے تھے۔عرب والوں کے اندر عہد جاہلیت سے خاندانی فخرو غرور پایا جاتا تھا جب کہ اسلام دنیا سے جھوٹی خاندانی عظمت کے غرور کو ختم کرنے کے لئے آیا تھا ۔ اسی لئے رسول اللہﷺ نے اکثر شرفاء عرب پر غلاموں ، غریبوں اور سماج کے کم مرتبہ والوں کو سردار اور سپہ سالار بناکر حکمراں کیا تاکہ ان کے اندر انکساری آجائے اور جھوٹی عصبیت سے ان کی روح پاک ہوجائے۔ آپ نے اپنے خاندان بنو ہاشم کے لوگوں کو کم ہی سیاسی اور فوجی ذمہ داریاں سونپیں مگر بنو امیہ کو اکثر اعلیٰ عہدے دیئے۔اس خاندان میں باصلاحیت لوگوں کی کوئی کمی نہ تھی اور یہ لوگ عموماً بہادر، جانباز ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھے لکھے بھی تھے۔فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کرنے والوں میں ابوسفیان اور ان کے بیٹے معاویہ بھی تھے جن کی عمر پچیس سال کے قریب ہوگی۔ ان دونوں باپ بیٹوں کو اللہ کے رسول نے اہم ذمہ داریاں سونپیں اور معاویہ کو تو اپنے خاص لوگوں میں شامل کیا جن کا ایک کام وحی لکھنے کا ہوتا تھا۔ ابوسفیان کی بیٹی اور معاویہ کی بہن پہلے ہی اسلام قبول کرچکی تھیں اور رسول اللہ کے نکاح میں تھیں۔

امیر معاویہ

امیر معاویہ کو خلفاء راشدین بھی اہم ذمہ داریاں سونپتے رہے ، یہاں تک کہ وہ شام کے گورنر بنائے گئے۔ وہ سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ ساتھ انتظامی معاملوں کے بھی ماہر تھے، اسی کے ساتھ ساتھ انتہائی حلیم اور بردبار انسان تھے۔ لوگوں کی غلطیوں کو ہنستے ہوئے معاف کردیا کرتے تھے۔ وہ بیس سال تک شام کے گورنر رہے اور اس کے بعد وہ مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے۔ وہ اس عہدے پر بھی بیس سال تک رہے۔ ان کے زمانے میں بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ بڑھا اور دنیا کی تاریخ میں پہلی بار بحری فوجی بیڑا بنایا گیا۔اس سے پہلے ایسے کسی بیڑے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مظالم کی انتہا

جس سلطنت کی بنیاد امیر معاویہ کے ذریعے 661ء میں پڑی تھی وہ تقریباً نوے سال تک قائم رہی اور750ء میں اس کا خاتمہ ہوا۔ اسی خاندان کے افراد یکے بعد دیگرے تخت پر متمکن ہوتے رہے۔ یہ اپنے عہد کی سب سے طویل و عریض سلطنت تھی جس کا ایک سرا افریقہ تک جاتا تھا تو دوسرا بھارت کے سندھ تک پہنچتا تھا۔اس کی ایک شاخ یوروپ میں بھی قائم ہوئی۔ اس سلطنت میں بڑا نقصان یہ ہوا کہ اسلام نے خلافت و حکومت کا جو پاکیزہ تصور پیش کیا تھا اور سیاست کو بھی عبادت کا ذریعہ بنایا تھا، اس تصور کو پامال کردیا گیا۔ حکومت بس دنیا طلبی اور جاہ و حشمت کا ذریعہ بن کر رہ گئی۔ امیر معاویہ نے اپنی جگہ پر اپنے نالائق بیٹے یزیدکو بٹھادیا اور اس کے لئے اپنی زندگی میں ہی بیعت لینی شروع کردی۔یزید بن معاویہ ایک فاسق و فاجر شخص تھا اور اپنی سلطنت کی مضبوطی کے لئے اس نے نہ صرف مظالم کی انتہا کی بلکہ صحابہ اور نیک و متقی برزگوں کا قتل کرایا۔ اسی کے دور میں نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت ہوئی اور اہل بیت اطہار سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ اس نے مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کرائی اور مدینہ منورہ پر حملہ کر کے کئی روز تک مسجد نبوی کو نماز و اذان سے محروم کردیا۔ یہاں اس کے فوجیوں نے پاکدامن خواتین کی عصمت دری کی اور حرم رسول کی حرمت کو پامال کیا۔ عہد بنو امیہ کے حکمرانوں کو بنو ہاشم اور اولاد علی سے خطرہ محسوس ہوتا تھا لہٰذا اس زمانے میں سب سے زیادہ مظالم کا شکار یہی لوگ ہوئے۔حکمرانوں میں ایک نام مروان بن حکم کا بھی تھا جس کی فتنہ پردازیوں کے سبب اسے رسول اللہ نے مدینہ سے باہر جلاوطن کر دیا تھا مگر عہد عثمان غنی میں اسے واپس بلالیا گیا اور جب بنو امیہ کا زمانہ آیا تو مختلف اہم عہدوں پر وہ فائز کیا گیا اور ایک زمانے میں خلیفہ بھی بن بیٹھا۔

اسلامی سلطنت کی وسعت

بنو امیہ کے دور میں اسلامی احکام کی خوب خوب پامالی ہوئی مگر دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے یہ ایک بڑی سلطنت تھی اور اس کے بعض ذمہ داروں نے کئی اہم کارنامے بھی نجام دیئے۔ ہندوستان کی سرزمین پر اگرچہ مسلمانوں کے قدم پہلے ہی پڑ چکے تھے اور چھوٹی چھوٹی فوجی ٹکریاں یہاں آتی رہی تھیں مگر اس عہد میں یہاں پوری تیاری کے ساتھ ایک بڑا لشکر بھیجا گیاجس کی قیادت جواں سال سپہ سالار محمد بن قاسم کر رہا تھا۔ محمد بن

قاسم نے سندھ کے علاوہ گجرات، پنجاب اور مہاراشٹر کے کچھ علاقوں تک فتح پائی اور اسلامی پرچم لہرایا۔ حالانکہ اس کی عمر نے وفانہ کی اور جلد ہی اسے خلیفہ وقت نے واپس بلالیا اور قتل کردیا گیا۔ بنو امیہ کے زمانے میں دنیا کے دوسرے خطوں میں مبلغین کو بھیجا گیااوراسلام کی اشاعت ہوئی۔ عہد عمر کی واپسی حضرت عمربن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بنو امیہ میں ایک ایسے خلیفہ کے طور پر سامنے آئے جن کا نام مورخین بے حد احترام سے لیتے ہیں۔ ان کی ماں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ انھوں نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردی اور یہ کوشش کی کہ دوبارہ طریقۂ نبوی کو زندہ کیا جائے۔ ان کی تعلیم وتربیت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور وہ اپنے عہد کے عالم و فاضل انسان تھے۔ وہ خلیفہ ہونے سے قبل پرتکلف اور رئیسانہ زندگی گزارتے تھے مگر خلیفہ بنتے ہی سب کچھ چھوڑدیا اور درویشوں کی طرح زندگی گذارنے لگے۔انھوں نے علماء اور فقیہوں کی ایک کونسل بنادی تھی جس کے مشورے سے کاروبار حکومت چلایا کرتے تھے۔ خلیفہ بن کر وہ خوش نہیں بلکہ غمگین ہوئے اور احساسِ ذمہ داری کے سبب پریشان ہو اٹھے۔ انھوں نے خلیفہ بننے کے بعد اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے زیورات بیت المال میں داخل کردو۔ اصل میں وہ اسے سرکاری خزانے کا مال سمجھتے تھے جو ان کی بیوی کو باپ کی طرف سے ملا ہوا تھا۔ حجاج بن یوسف کو آپ ظالم سمجھتے تھے لہٰذا اس کے ماتحت کام کرنے والے لوگوں کو آپ نے سرکاری عہدوں سے برخواست کردیا تھا۔ عمربن عبد العزیز کی انصاف پسندی اور خدا ترسی کے سبب خود بنو امیہ کے لوگ ان سے ناراض رہنے لگے تھے، کیونکہ جن لوگوں کو ناجائز طریقے سے جاگیریں ملی ہوئی تھیں یا سرکاری مراعات حاصل تھیں انھیں آپ نے واپس لے لیا تھا۔ آپ لوگوں سے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے اور اسے رشوت سمجھتے تھے۔ بنو امیہ کا زوال بنو امیہ کے دور میں مسلمان، ہندوستان سے افریقہ تک فتح کا پرچم لہرانے میں کامیاب ہوگئے تھے اور ان علاقوں میں ان کی حکومتیں قائم ہوچکی تھیں۔ یوروپ کے اسپین میں بھی اسلامی حکومت کا قیام عمل آچکا تھا۔کئی خرابیوں کے باوجود اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہت سے کام بھی ہوئے۔ بنو امیہ کو بنو ہاشم سے ہمیشہ اقتدار کے تعلق سے ڈر بنا رہتا تھا۔ انھوں نے پہلے تو بنو ہاشم اور اپنے سیاسی حریفوں کو ظلم و تعدی کے ذریعے خاموش کرنے کی کوشش کی مگر بعد میں انھیں سرکاری مراعات کے ذریعے خوش کرکے اپنا حامی بنانا چاہا۔ ان کی یہ کوششیں ابتدا میں کارگر بھی ثابت ہوئیں مگر جب بنو امیہ کا اقتدار کمزور پڑا تو اس کے مخالفین سرگرم ہونے لگے۔ بنو ہاشم کے دو طبقے خفیہ طور پربنو امیہ کے خلاف سرگرم تھے ان میں سے ایک طبقہ تو اولاد علی کا تھا اور دوسرا طبقہ عباسیوں کا تھا جو کہ رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے۔ آخر الذکر کی کوشش کامیاب ہوئی اور نوے سال بعد بنو امیہ کے اقتدارکا خاتمہ ہوا ۔اس کی جگہ بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی۔ جس سفاکی کا مظاہرہ بنو امیہ نے کیا تھا وہی سفاکی ایک بار پھر اس کے خلاف دیکھنے کو ملی۔

ANS 02

یہ وہی دمشق تھا جہاں حضرت امام حسینؓ کا سرمبارک کاٹ کر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ وہی دمشق تھا جس کے ایوانوں سے خانہ کعبہ پر سنگباری اور عبداللہ بن زبیرؓ کی المناک شہادت کا حکم جاری ہوا، یہ وہی دمشق تھا جہاں فاتح اندلس طارق بن زیادہ اور موسیٰ بن نصیر کو ذلت و رسوائی سے ہمکنارکیا گیا اور یہ وہی دمشق تھاجہاں فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ کو میدانِ جنگ سے بلا کرعبرتناک موت سے دوچار کیا گیا۔

آج اس شہر میں اُموی خلفاءکے بلند و بالا محلات اور عشرت کدوں کو آگ لگائی جارہی تھی۔ بنو امیہ آلِ ابو سفیان کے عمائدین اور شہزادوں کو ان کے محلوں سے گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لایا جارہا تھا اور ان کی گردنیں اڑائی جارہی تھیں۔عباسیوں کی انقلابی سپاہ کی تلواریں ان کے خون سے رنگین ہو رہی تھیں۔ جبلِ قاسیون (Mount Qasioun)کے دامن میں آباد اس شہر کے گلی کوچے فرشتہ اجل کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے گونج رہے تھے۔

عباسیوں کی سپاہ نے خاندان بنو امیہ کے افراد کو چن چن کر اور گن گن کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، مگر پھربھی ان میں ایک شہزادہ اپنے ایک بھائی اور بیوی بچوں سمیت یہاں سے بچ نکلنے سے کامیاب ہوگیا۔یہ بنوامیہ کے 10ویں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمن بن معاویہ تھا۔

عبدالرحمن 113ھ میں پیدا ہوا،5سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، دادا نے پرورش کی اور اپنا ولی عہد بنانے کا ارادہ کر لیا۔مگر ابھی اس کی عمر19 یا 20 برس تھی کہ اموی حکومت کی بنیادیں اکھاڑ دی گئیں اور دمشق میں خلافت عباسیہ قائم ہوگئی۔ عبدالرحمن عباسیوں کے ہاتھوں خاندان بنو امیہ کے قتل عام میں بچ کر نکل جانے والا فرد تھا۔

دوسری طرف اس کا بھائی یحییٰ بھی محل سے فرار ہوکر صحرا کے ایک بدوی قبیلے کے پاس جا پنا ہ گزیں ہوا۔اس دوران عباسی اپنے حریفوں کو بے رحمی سے قتل کرتے رہے اور اِن دونوں بھائیوں کی تلاش شروع کر دی، بالآ خر انہوں نے دونوں کا سراغ لگا لیا۔

دونوں بھائی وہاں سے فرارہوئے اور دریائے دجلہ میں کود گئے۔ عباسی سپاہیوں نے انہیں رضاکارانہ گرفتاری دینے پر جان کی امان دینے کا وعدہ کیا تو یحییٰ ان کے کہنے پریقین کر کے دریا سے نکل پڑا ، لیکن عباسیوں نے اسے فوراً ہی قتل کر دیا،جبکہ عبدالرحمن تیر کر دریا عبور کر گیا۔

پھر وہ شام، فلسطین، شمالی افریقہ اور ماریطانیہ سے ہوتا ہوا 755ءمیںمغربی اقصیٰ (موجودہ مراکش) جا پہنچا، جہاں سے اس نے اپنا سفیر ہسپانیہ بھیجا تا کہ وہ خاندان بنو امیہ کے وفادار اور سابق رہنماؤں کی حمایت حاصل کر سکے۔

ان رہنماؤں کی بڑی تعداد صوبہ البیرہ (Elviria) اور موجودہ غرناطہ میں مقیم تھی۔یہاں امیریوسف اندلس کا خود مختارگورنر تھا لیکن اس کی حکومت بہت کمزورتھی اور بنو امیہ کے حامی امراءعربوں اور بربروں کے نسلی اختلافات کے باعث خاصے پریشان تھے۔ انہوں نے عبدالرحمن کو اپنی حمایت کابھرپوریقین دلایا۔اموی شہزادے نے

اس کو بھرپور موقع سمجھا اور اپنے وفاداروں کی دعوت پر ستمبر755ء میں مالقہ (Malaga)کے مشرق میں المُنَکَّب(Almunnecar) کے ساحل پر جا اُترا۔

معرکہ مصارہ / مسارہ

یہاں پہنچ کر عبدالرحمن نے اپنے حامیوں کی مدد سے امیر یوسف سے مذاکرات کئے ۔ امیر یوسف نے بات چیت کے آغاز میں عبدالرحمن کو کچھ زمین اور اپنی ایک بیٹی نکاح میں دینے کی پیش کش کی ، مگر وہ اس سے زیادہ کی امید لگائے بیٹھا تھا۔

وہ دباؤ کے تحت پیشکش قبول کرنے پر آمادہ تھا کہ ایک ناخوشگوارواقعہ نے صورت حال پلٹ دی اور مذاکرات مزید رنجش میں تبدیل ہو گئےبہت سے قبائل اور وفادار امراءنے شہزادہ عبدالرحمن کی حمایت کردی، یوں عبدالرحمن نے 20ہزار کا لشکر تیار کر لیااور جنگ کے لئے قرطبہ کا رخ کیا۔

دوسری جانب امیر یوسف فہری بھی مقابلے کے لئے نکل پڑا۔دونوں فوجیں قرطبہ کے باہر دریائے وادی الکبیر (Guadalquivir) کے دونوں طرف خیمہ زن ہوگئیں۔ بالآ خر عبدالرحمن نے یوسف کو صلح کا چکمہ دے کر مطمئن کر دیا ۔یوسف نے صلح کے لئے عبدالرحمن کو دریا پار کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ یوں عبدالرحمن دریا عبور کر کے مصارہ کے میدان میں، جہاں یوسف پڑاؤ ڈالے بیٹھا تھا، دھوکہ سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔

یوسف اس صورت حال کے لئے قطعی تیارنہیں تھا۔اس سے یوسف کی فوج کا بہت نقصان ہوا ۔وہ خود اپنے ایک جرنیل صمیل بن عدی کے ہمراہ طلیطلہ بھاگ گیا۔یوںمصارا کے میدان میں یہ خونزیز معرکہ 10ذی الحجہ 139ھ کو یوسف کی شکست کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا۔

عبدالرحمن مظفر و منصور قرطبہ میں داخل ہوا۔ اپنی فوج کو لوٹ مار سے روک کر اہل شہر کو امان دی اور یوسف کے گھر والوں کوہرطرح سے عفت و عصمت کے ساتھ محفوظ کیا ،یہیں سے اسپین میں بنو امیہ کی سلطنت بنو امیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود اپنے لئے "امیر" کا لقب اختیارکیا۔

دوسری جانب یوسف جنگ میں شکست کھا کر طلیطلہ بھاگ گیا تھا ، وہاں اس نے عبدالرحمن کے خلاف ایک اور جنگ کی تیاری کی اور پھر وہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کر دیا۔امیر عبدالرحمن کو اس کی تیاریوں کا علم ہوا تو وہ شہر سے نکل کر مقابلے کو آگے بڑھا۔

اب قرطبہ خالی تھا، یوسف نے اپنے بیٹے ابو زید کو قرطبہ پر حملے کے لئے بھیجا اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔عبدالرحمن کو صورت حال کا پتہ چلا تو وہ راستے ہی سے واپس پلٹ آیا۔

ادھر سے ابو زید عبدالرحمن کے دو معتبر سرداروں ابوعثمان اور عبید اللہ کوقیدی بنا کر اور عبدالرحمن کی دوکنیزوں کو لے کر یہاں سے چلتا بنا۔مگر راستے میں اسی کے معتمد اس پر لعن طعن کرنے لگے کہ جنگ مصارہ میں جب تمہاری ماں اور بہنیں عبدالرحمن کے قبضہ میں آگئی تھیں تو اس نے ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلو ک کیا اور تم اس کی دو کنیزیں بھگا کر لے جارہے ہو۔جس پر اسے شرم آئی اورایک خیمہ نصب کرا کے ضروریات

زندگی کے سامان کے ساتھ دونوں کنیزوں کو یہیں چھوڑ دیا البتہ عبید اللہ کو زنجیروں میں جکڑ کر اپنے باپ کے پاس لے گیا، جوابھی البیرہ کے مقام پر تھا۔

عبدالرحمن کو اطلاع ملی کہ معاملہ خود بخود سلجھ گیا ہے تو اپنے گھوڑوں کی باگیں پھر البیرہ کی جانب موڑ دیں۔یہ آندھی اور طوفان کی طرح یوسف کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ بالآخر عبدالرحمن یوسف کے سر پر پہنچ گیا۔دونوں میں جنگ ہوئی، عبدالرحمن کا پلڑا بھاری تھا۔ یوسف نے صلح کی اپیل کی، عبدالرحمن نے ضمانت کے طور پر یوسف کے دوبیٹے یرغمال بنا کر اس شرط پر صلح کی کہ آئندہ وہ بغاوت و سرکشی نہیں کریں گے۔

عبدالرحمن کو اندلس کا امیر تسلیم کر لیا گیا۔ یوسف اور صمیل کی جاگیریں بحال ہوئیں، قلعوں کی کنجیاں عبدالرحمن کے سپرد کر دی گئیں اور یوسف کا مستقل قیام قرطبہ میں لازمی قرار پایا۔

یوسف نے پھر بغاوت کی ،اس بغاوت کے جرم میں وہ قتل ہوا۔امیر عبدالرحمن نے اس کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو قتل کر دیااور ایک جو ابھی کمسن تھا اسے معاف کر کے جان بخشی کر دی۔ لیکن بعد میں جوان ہوکر یہ بھی باغی بن گیا اور قتل ہوا۔

اُدھرعباسیوں نے بھی امیر عبدالرحمن کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ خلیفہ منصور عباس نے ایک شخص علاءبن مغیث عصبی کو اندلس کی سند حکومت دے رکھی تھی، اس نے قبیلہ فہر کی مدد سے قرمونہ کے مقام پر عبدالرحمن کا محاصرہ کر لیا۔ دوماہ کے محاصرے کے بعد تنگ آکر عبدالرحمان 700 بہادروں کو ساتھ لے کر باغیوں پر ٹوٹ پڑااور گھمسان کا ایسا رَن پڑا کہ 7ہزار آدمیوں کا آن کی آن میں صفایا کر دیا۔علاءبن مغیث اور اس لشکر کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

امیر عبدالرحمن نے عباسیوں کو سبق سکھانے کے لئے علاءبن مغیث اور اس کے مشیروں کے سر ان کی لاشوںسے اُتروا لئے اور ان کی کھوپڑیوں کے کانوں کے ساتھ ان کے نام نسب لکھ کر لٹکا دئیے اور ایک بوری میں بند کر کے اس میں وہ سند حکومت بھی رکھ دی جو خلیفہ نے علاءبن مغیث کو جاری کی تھی اور اسے عباسیوں کے سیاہ پرچم میں لپیٹ کر عباسی خلیفہ منصور کو بھجوا دئیے۔

ادھر سے فارغ ہوکر وہ پھر طلیطلہ پہنچا، وہاں بھی اس کے خلاف بغاوت ہوچکی تھی۔اس نے پہنچتے ہی بغاوت کو کچل دیااور باغیوں کو قرطبہ لا کر پھانسی پر لٹکا دیا۔

اس کے باوجود کہ عبدالرحمن نے باغیوں کو سخت سزائیں دیںمگر معلوم نہیں وہ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ باربار بغاوت پر آمادہ ہو جاتے۔ طلیطلہ کی بغاوت کے دو برس بعد لیلہ کے علاقے کے ایک سردار مطہری نے طلیطلہ کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے بغاوت کردی ۔ امیر نے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔

اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد اشقیاءنامی ایک شخص نے،جو سپین کے ایک مدرسہ کامدرس تھا، اپنا نام محمد مشہور کیااور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اتفاق سے اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔ اس کے سبب اس نے بہت فائدہ اٹھایااور خود کو فاطمی سیّد کہلوانا شروع کردیا۔چنانچہ بہت سے ضعیف الاعتقاد بربروں نے اسے اپنا سردار بنا

لیا۔اس نے کافی طاقت پکڑ لی۔ طلیطلہ کے اموی گورنر نے اس کو شکست دی اور اس کی فوج میں شامل بربروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔بعد میں خود ساختہ سید اپنے ہی پیروکاروں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

مختصراً یہ کہ عبدالرحمن کی ساری زندگی سازشیوں ، دشمنوں اور باغیوں سے لڑتے گزری اور اسے کبھی آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا،لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ باغیوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایااور اپنی سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا۔بالآخر امیر عبدالرحمن نے 171ء(787ھ) میں وفات پائی،تاریخ میں انہیں عبدالرحمن الداخل اور عبدالرحمن اوّل کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاءنے علوم و فنون کی سرپرستی کی،لیکن ابوجعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

خلیفہ منصور نے بغداد شہر بسایا جو علوم و فنون اور تہذیب و تمدن میں دنیا کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا۔یہاں دور دراز سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے بڑے علوم و فنون کی مراکز بصرہ، کوفہ ، فسطاط، قیروان، رے، نیشاپور،مرو اور بخارا تھے۔

عباسی دور میں جن علوم و فنون کا ارتقا ہوا اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1:دینی علوم

قرآن کریم

اس پر عہدِ نبوی، عہدِخلفا راشدین اوراموی دور میں کام مکمل ہو چکا تھاتو اس میں کچھ کرنے کو باقی نہ تھا۔البتہ اس دورمیں قرآنی آیات کو مختلف طرح سے،دلکش انداز میں نقش و نگار کے ساتھ لکھے جانے کے فن کو فروغ دیا گیا۔

علمِ قرات

عہدِ عباسی میں اس فن پر خصوصی توجہ دی گئی اورقرّاءسبعہ(امام عبد اللہ بن کثیر عامربن یزید دمشقی(م736)،امام عبد اللہ بن کثیر مکّی (م738)،امام عاصم بن ابی النجود کوفی(م744)،امام ابو عمرو بن العلاءبصری(م771)،امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی (م 77 4)،امام نافع بن ابی نعیم مدنی(786)،امام علی بن حمزہ کسائی کوفی(م805)۔(ان میں سے چار موخر الذکر نے عباسی دور پایا تھا)نے اس میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں،پھر ان کے شاگردوں نے اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھیں،جس میں کتاب النہایۃ(محمدبن الجزری م1429)بہت مشہورہوئے۔دوسرےمصنفین میں"حافظ ذہبی(م1347)،محمدبن الجزری (م1429) ابو عمرو عثمان الدانی(م1052)،خلف بن ہشام،ابن کامل،ابو بکر طاہر، ابوبکرالنقاش ،ابوبکر بن الحسن، "وغیرہ مشہور ہوئے۔

علمِ تجوید

قرآن کریم کو اس کے صحیح مخرج اور خوش کن آواز میں پڑھنا تجوید کہلاتا ہے۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ اس فن پر سب سے پہلی کتاب موسیٰ بن عبیداللہ خاقانی بغدادی(م937)نے لکھی ۔

علمِ تفسیر:

”یہ ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھا جاتا ہے اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے“۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور کثیر تعداد میں تفسیریں لکھی گئیں۔تمام مفسرین نے اپنے اپنے علم و فن کی لحاظ سے قرآن کی تفسیر کی،مثلاً تفسیرِ ماثورہ،تفسیر بالرائے اورتفسیر الفقہاء وغیرہ۔ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

تفیسرِطبری(محمدبن جریر،م923)،تفسیرامام ثعلبی(م1036)،تفسیر سفیان بن عینیہ(م814)،تفسیرعبدالرزاق (م826)، تفسیر شعبہ بن حجاج(م777)،تفسیر ابن مردویہ(م1019)،تفسیر مفاتیح الغیب(امام رازی م 1210) وغیرہ۔

علم ِحدیث

حدیث کے لغوی معنیٰ بات،کلام،بیان اور اظہار کے آتے ہیں ۔اصطلاح میں نبیِ کریم ﷺ کے اقوال،افعال،تقریرات اور صفات کو حدیث کہتے ہیں ۔عہدِ عباسی میں احادیث کی جمع و تدوین، تہذیب و تصحیح کا عظیم ترین کام ہوا۔ صحاحِ ستہ یعنی صحیح بخاری(ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل ،م 870)،صحیح مسلم(مسلم بن حجاج قشیری،م875)،سنن ابی داود(سلیمان بن اشعث،م888)،جامع ترمذی(ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،م 892)،سنن نسائی(احمد بن شعیب،م916)سنن ابن ماجہ(محمد بن یزید،م888)اسی دورمیں لکھی گئیں۔اس کے علاوہ احادیث کی مشہور کتابوں میں سنن دارقطنی(ابوالحسن علی بن عمر، م995)صحیح ابن خزیمہ(محمد بن اسحاق،م923)،مستدرک حاکم(امام حاکم ابوعبداللہ،م 1015)،مسند خوارزمی (امام ابو بکر احمد بن محمد برقانی،م1034)وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم فقہ

علم فقہ وہ علم ہے جس میں تفصیلی دلائل کے ذریعہ احکام شرعیہ کو سمجھا جاتا ہے،بحث کی جاتی ہے اور قوانین اخذ کیےجاتے ہیں۔علم فقہ کی باضابطہ تدوین ترویج بھی عباسی دور کا کارنامہ ہے ۔فقہ کے چاروں مدارس یعنی فقہ حنفی(امام ابو حنیفہؒ،767-699)،فقہ مالکی(امام مالکؒ،795-715)،فقہ شافعی(امام شافعیؒ،830-767)،فقہ حنبلی(امام احمد بن حنبلؒ ، 855-780)اسی عہدمیں وجودمیں آئے۔ ان کے علاوہ فقہ جعفری (امام جعفر صادق،148-80ھ)بھی اسی زمانے میں مدون ہوئی۔

فقہ حنفی کو فروغ دینے میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابویوسف(183-113ھ)اور امام محمد بن حسن شیبانی (189-133ھ) کا اہم کردار رہا۔امام محمد قانون بین الممالک کے بانی اول سمجھے جاتے تھے۔فقہ مالکی کی سب سے اہم کتاب ’مدونہ‘ہے ،جس کو اسد بن فرات(م213ھ)اورامام محمد بن سحنون(م870)نے مرتب کیا تھا۔ امام شافعی

کی مشہور کتاب 'کتاب الام' اور 'الرسالہ'ہے۔ امام احمد بن حنبل نے'مسند'کے نام سے حدیث کی ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ۔

فقہ کی دوسری اہم کتابوں میں"مختصر القدوری(احمد بن محمد قدروی،م1037)، کتاب الہدایہ(امام علی بن علی ابی بکر فرغانی، م 1197)،شرح الجامع الکبرق(امام بلخی،م1219)،الحاوی(ابوالحسن علی الماوردی،م1058)،احیاءعلوم الدین،کتاب الوجیز ، الوسیط ، البسیط،اختصارالمختصر(امام غزالی م1111)،ریاض الصالحین(امام نووی،م1277)،المغنی فی شرح الخرقی(امام ابن قدامہ،م 1223)"وغیرہ بہت مشہور ہوئں ۔

سیرت اور تاریخ

مسلمانوں نے پہلےسیرت النبی پر لکھنا شروع کیا ،اس سے سیرت نگاری کو فروغ ملا۔سیرت اور مغازی دونوں ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہیں ،تو ساتھ ہی ساتھ مغازی کو بھی بڑھاوا ملا ۔پھر یہی سے تاریخ نگاری کا آغاز ہوا۔

عباسی دورمیں مورخین نے تاریخ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا۔اس میں خلفاءکی تاریخیں،فتوحات،شکست،وزرا،امرا، شرفا، ادبا، شعراء اور لوگوں کے پیشوں وغیرہ کو بھی شامل کیا۔ان پر کثیرتعداد میں کتابیں لکھی گئیں ۔ ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے ابن جریر طبری(923-839)نے چودہ جلدوں پرمشتمل تاریخ پر کتاب لکھی،جس میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے لے کر اپنے زمانے تک کے تین سو برس کے حالات تفصیل سے بیان کیےہیں ۔

*السیرۃ النبویۃ(ابن ہشام، م824)اس میں انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات زندگی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

*طبقات (ابن سعد،م845)، اس میں نبی ،صحابہ کرام اور تابعین کے حالات لکھے گئے ہیں۔

* فتوح البلدان(بلاذری،م892)نے لکھا،جس میں حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات،اندلس،وسط ایشیا اور سندھ وغیرہ کی فتوحات کا حال ذکر کیاہے۔

*مروج الذہب(مسعودی م956)نے جو کہ ایک بڑے جغرافیہ داں اور سیاح تھے،انہوں نے یہ کتاب لکھی جس سے ہمارے سامنے چوتھی صدی ہجری کے حالات مکمل طورپر واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

ان کے علاوہ سیرت اور تاریخ پر "کتاب المغازی(موسیٰ بن عقبہ،م758)،انساب الاشراف (بلاذری ،م892)،تاریخ الرسل والملوک(طبری،م923)،کتاب المعارف(ابن قطیبہ دینوری،م889)،کتاب الاوراق(الصولی،م947)، تجارب الامم وتعاقب الھمم(ابن مسکویہ،م1030)،تاریخ دمشق(ابن عساکر،م1176)،وفاوت الاعیان(ابن خلکان،م1282)،ارشادالالباب الی المعرفت الادباء(یاقوت حموی،م1229)،فتوح مصرو اخبارہ(ابن عبدالحکم مصری،م 871)، کتاب العبر و دیوان المبتداو الخبر فی ایام العرب و العجم و البربر(ابن خلدون،م1406)،اخبار ا لمغفّلین، کتاب الاذکیا(ابن الجوزی،م1201)، اخبار الاجواد، البخلاءاورقتلی القرآن"وغیرہ اہم کتابیں ہیں ۔

علم الکلام

اسلامی حکومت کے وسیع ہونے اور غیرعرب قوموں کے اسلام لانے کی وجہ سے نئے تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا،ساتھ ہی عبرانی ویونانی اور دوسری زبانونمیں موجود کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا،جس سے مسلمانوں کے اندر غیراسلامی خیالات پھیلنا شروع ہوئے۔اسی سے علم الکلام کا آغاز ہوا۔

علم الکلام کی بنیاد امام ابوالحسن الاشعری(936-873)نے ڈالی ۔ ان کی کتاب 'الابانہ اور مقالات الاسلامیین'بہت مشہور ہوئی۔اس کے علاوہ اس موضوع پردوسری مشہور کتابوں میں"کشف الاسرار،دقائق الکلام اور کتاب التمہید(قاضی ابوبکر باقلانی)،کتاب الشامل ، کتاب الارشاد(عبداللہ بن یوسف ابوالمعالی،م1085ء)،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءالعلوم الدین،معالرالعلوم،الجام العوام(امام غزالی ، م1111)کتاب التوحید،کتاب الجدل،کتاب المقالات(ابومنصورمحمدبن محمد،م945)،فی السیرۃالفاضلہ،کتاب الشکوک و المناقصات (محمد بن زکریا رازی،م854)، تہذیب الاخلاق،الفوز الاکبر، الفوز الاصغر(ابن مسکویہ ، م 1030)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علمِ فلسفہ

فلسفہ کا آغازعہدِ عباسی میں مامون رشید کے دور سے قیصرِ روم کے ذریعہ بھیجی گئی یونانی کتابوں کے عربی ترجموں سے ہوتا ہے ۔ارسطو اور افلاطون کے زیادہ ترجمے ہوئے ۔

فلسفہ میں یعقوب کندی،م 873ء(کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی مادون الطبیعیات و التوحید،جواہرِ خمسہ اور سلسلہ علل)اور ابو نصر الفارابی ، م 950(سیاسۃ المدنیۃ)نےسب سےزیادہ شہرت حاصل کی۔اس کااندازہ اس بات سےلگایاجاسکتا ہےکہ کندی کو'پہلاعرب فلسفی ' اورفارابی کو'معلم ثانی 'کا خطاب دیا گیا۔ان کے علاوہ دوسرے اہم فلسفیوں میں"ابن سینا(کتاب الشفا،کتاب الاشارات و التنبیہات) ،امام غزالی(مقاصد الفلاسفہ،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءعلوم الدین)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

2:عصری علوم

عباسی دور میں دینی علوم کی علاوہ اور دوسرے علوم مثلاً طب،ریاضی،فلکیات،علم کیمیا، اورمختلف سائنسی علوم نےبھی ترقی کی۔یہ علوم عربوں نے پہلےیونانی،سریانی،سنسکرت اور دیگرزبانوں سے سیکھا اورپھر ان کو عربی زبان میں منتقل کیا۔جس کے لیے باقاعدہ ہارون الرشید نے بیت الحکمت قائم کیا،جہاں ترجمہ نگاری کا کام ہوتاتھا ۔

مشہورمترجمین میں"حنین بن اسحاق،قسطا بن لوقا،عیسیٰ بن یحییٰ،یوحنا بن ماسویہ،حجاج بن مطر،یحییٰ بن بطریق،عبد الرحمان بن علی، سلام بن الابرش اور ثابت بن قرۃ"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم طب

قرآن و حدیث میں طب اور صحت کے اصولوں کے تعلق سے جگہ جگہ رہ نمائی کی گئی ہے۔چنانچہ خلفا اسلام نے ہر دور میں اس پر شروع ہی سے توجہ دی۔مسلمانوں میں یونانی طب کا رواج حکمائے یونان کی ان کتابوں سے ہوا جن کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔اس کےبعد انہوں نے اس فن کو مزید ترقی دی اور اس میں اضافہ بھی کیا۔

عباسی دور کے مسلم اطباءنے چیچک،خسرہ اور دوسری وبائی بیماریوں پرخصوصی توجہ دی اور ان کے ٹیکے ایجاد کیے۔اس کے علاوہ ”فرسٹ ایڈ کا طریقہ،پارے کا لیپ،ٹانکوں میں حیوانی آنتوں کا استعمال،زخموں کو داغنے،پتھری کو آپریشن کی ذریعے نکا لنے، آنکھ اور دانت کی سرجری،پٹی باندھنے کا طریقہ،ہڈیوں کو جوڑنے اور ان پر پلاسٹر چڑھانے کا طریقہ،آپریشن میں جدید آلات کا استعمال،دورانِ خون کا نظریہ،مرکّب ادویہ میں شکر کا استعمال اور آپریشن کرنے سے پہلے سُن کرنے کی طریقوں"سے دنیا کو روشناس کرایا۔

ANS 03

عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاءنے علوم و فنون کی سرپرستی کی،لیکن ابوجعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

خلیفہ منصور نے بغداد شہر بسایا جو علوم و فنون اور تہذیب و تمدن میں دنیا کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھایہاں دور دراز سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے بڑے علوم و فنون کی مراکز بصرہ، کوفہ ، فسطاط، قیروان، رے، نیشاپور،مرو اور بخارا تھے۔

عباسی دور میں جن علوم و فنون کا ارتقا ہوا اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1:دینی علوم

قرآن کریم

اس پر عہدِ نبوی، عہدِخلفا راشدین اوراموی دور میں کام مکمل ہو چکا تھاتو اس میں کچھ کرنے کو باقی نہ تھا۔البتہ اس دورمیں قرآنی آیات کو مختلف طرح سے،دلکش انداز میں نقش و نگار کے ساتھ لکھے جانے کے فن کو فروغ دیا گیا۔

علمِ قرات

عہدِ عباسی میں اس فن پر خصوصی توجہ دی گئی اورقرّاءسبعہ(امام عبد اللہ بن کثیر عامربن یزید دمشقی(م736)،امام عبد اللہ بن کثیر مگی (م738)،امام عاصم بن ابی النجود کوفی(م744)،امام ابو عمرو بن العلاءبصری(م771)،امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی (م 77 4)،امام نافع بن ابی نعیم مدنی(786)،امام علی بن حمزہ کسائی کوفی(م805)۔(ان میں سے چار موخر الذکر نے عباسی دور پایا تھا)نے اس میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں،پھر ان کے شاگردوں نے اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھیں،جس میں کتاب النہایۃ(محمدبن الجزری م1429)بہت مشہورہوئے۔دوسرےمصنفین میں”حافظ ذہبی(م1347)،محمدبن الجزری (م1429) ابو عمرو عثمان الدانی(م1052)،خلف بن ہشام،ابن کامل،ابو بکر طاہر، ابوبکرالنقاش ،ابوبکر بن الحسن، “وغیرہ مشہور ہوئے۔

علمِ تجوید

قرآن کریم کو اس کے صحیح مخرج اور خوش کن آواز میں پڑھنا تجوید کہلاتا ہے۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ اس فن پر سب سے پہلی کتاب موسیٰ بن عبیداللہ خاقانی بغدادی(م937)نے لکھی ۔

علمِ تفسیر:

"یہ ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھا جاتا ہے اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے"۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور کثیر تعداد میں تفسیریں لکھی گئیں۔تمام مفسرین نے اپنے اپنے علم و فن کی لحاظ سے قرآن کی تفسیر کی،مثلاً تفسیرِ ماثورہ،تفسیر بالرائے اورتفسیر الفقہاء وغیرہ۔ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

تفیسرِطبری(محمدبن جریر،م923)،تفسیرامام ثعلبی(م1036)،تفسیر سفیان بن عینیہ(م814)،تفسیرعبدالرزاق (م826)، تفسیر شعبہ بن حجاج(م777)،تفسیر ابن مردویہ(م1019)،تفسیر مفاتیح الغیب(امام رازی م 1210) وغیرہ۔

علم ِحدیث

حدیث کے لغوی معنیٰ بات،کلام،بیان اور اظہار کے آتے ہیں ۔اصطلاح میں نبیِ کریم ﷺ کے اقوال،افعال،تقریرات اور صفات کو حدیث کہتے ہیں ۔عہدِ عباسی میں احادیث کی جمع و تدوین، تہذیب و تصحیح کا عظیم ترین کام ہوا۔ صحاحِ ستہ یعنی صحیح بخاری(ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل ،م 870)،صحیح مسلم(مسلم بن حجاج قشیری،م875)،سنن ابی داود(سلیمان بن اشعث،م888)،جامع ترمذی(ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،م 892)،سنن نسائی(احمد بن شعیب،م916)سنن ابن ماجہ(محمد بن یزید،م888)اسی دورمیں لکھی گئیں۔اس کے علاوہ احادیث کی مشہور کتابوں میں سنن دارقطنی(ابوالحسن علی بن عمر، م995)صحیح ابن خزیمہ(محمد بن اسحاق،م923)،مستدرک حاکم(امام حاکم ابوعبداللہ،م 1015)،مسند خوارزمی (امام ابو بکر احمد بن محمد برقانی،م1034)وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم فقہ

علم فقہ وہ علم ہے جس میں تفصیلی دلائل کے ذریعہ احکام شرعیہ کو سمجھا جاتا ہے،بحث کی جاتی ہے اور قوانین اخذ کیےجاتے ہیں۔علم فقہ کی باضابطہ تدوین ترویج بھی عباسی دور کا کارنامہ ہے ۔فقہ کے چاروں مدارس یعنی فقہ حنفی(امام ابو حنیفہؒ،767-699)،فقہ مالکی(امام مالکؒ،795-715)،فقہ شافعی(امام شافعیؒ،830-767)،فقہ حنبلی(امام احمد بن حنبلؒ ، 855-780)اسی عہدمیں وجودمیں آئے۔ ان کے علاوہ فقہ جعفری (امام جعفر صادق،148-80ھ)بھی اسی زمانے میں مدون ہوئی۔

فقہ حنفی کو فروغ دینے میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابویوسف(183-113ھ)اور امام محمد بن حسن شیبانی (189-133ھ) کا اہم کردار رہا۔امام محمد قانون بین الممالک کے بانی اول سمجھے جاتے تھے۔فقہ مالکی کی سب سے اہم کتاب 'مدونہ'ہے ،جس کو اسد بن فرات(م213ھ)اورامام محمد بن سحنون(م870)نے مرتب کیا تھا۔ امام شافعی

کی مشہور کتاب ’کتاب الام‘ اور ’الرسالہ‘ہے۔ امام احمد بن حنبل نے’مسند‘کے نام سے حدیث کی ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ۔

فقہ کی دوسری اہم کتابوں میں”مختصر القدوری(احمد بن محمد قدروی،م1037)، کتاب الہدایہ(امام علی بن علی ابی بکر فرغانی، م 1197)،شرح الجامع الکبرق(امام بلخی،م1219)،الحاوی(ابوالحسن علی الماوردی،م1058)،احیاءعلوم الدین،کتاب الوجیز ، الوسیط ، البسیط،اختصارالمختصر(امام غزالی م1111)،ریاض الصالحین(امام نووی،م1277)،المغنی فی شرح الخرقی(امام ابن قدامہ،م 1223)“وغیرہ بہت مشہور ہوئں ۔

سیرت اور تاریخ

مسلمانوں نے پہلےسیرت النبی پر لکھنا شروع کیا ،اس سے سیرت نگاری کو فروغ ملا۔سیرت اور مغازی دونوں ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہیں ،تو ساتھ ہی ساتھ مغازی کو بھی بڑھاوا ملا ۔پھر یہی سے تاریخ نگاری کا آغاز ہوا۔

عباسی دورمیں مورخین نے تاریخ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا۔اس میں خلفاءکی تاریخیں،فتوحات،شکست،وزرا،امرا، شرفا، ادبا، شعراء اور لوگوں کے پیشوں وغیرہ کو بھی شامل کیا۔ان پر کثیرتعداد میں کتابیں لکھی گئیں ۔ ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے ابن جریر طبری(923-839)نے چودہ جلدوں پرمشتمل تاریخ پر کتاب لکھی،جس میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے لے کر اپنے زمانے تک کے تین سو برس کے حالات تفصیل سے بیان کیےہیں ۔

*السیرۃ النبویۃ(ابن ہشام، م824)اس میں انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات زندگی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

*طبقات (ابن سعد،م845)، اس میں نبی ،صحابہ کرام اور تابعین کے حالات لکھے گئے ہیں۔

* فتوح البلدان(بلاذری،م892)نے لکھا،جس میں حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات،اندلس،وسط ایشیا اور سندھ وغیرہ کی فتوحات کا حال ذکر کیاہے۔

*مروج الذہب(مسعودی م956)نے جو کہ ایک بڑے جغرافیہ داں اور سیاح تھے،انہوں نے یہ کتاب لکھی جس سے ہمارے سامنے چوتھی صدی ہجری کے حالات مکمل طورپر واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

ان کے علاوہ سیرت اور تاریخ پر ”کتاب المغازی(موسیٰ بن عقبہ،م758)،انساب الاشراف (بلاذری ،م892)،تاریخ الرسل والملوک(طبری،م923)،کتاب المعارف(ابن قطیبہ دینوری،م889)،کتاب الاوراق(الصولی،م947)، تجارب الامم وتعاقب الہمم(ابن مسکویہ،م1030)،تاریخ دمشق(ابن عساکر،م1176)،وفاوت الاعیان(ابن خلکان،م1282)،ارشادالالباب الی المعرفت الادباء(یاقوت حموی،م1229)،فتوح مصرو اخبارہ(ابن عبدالحکم مصری،م 871)، کتاب العبر و دیوان المبتداو الخبر فی ایام العرب و العجم و البربر(ابن خلدون،م1406)،اخبار ا لمغفّلین، کتاب الاذکیا(ابن الجوزی،م1201)، اخبار الاجواد، البخلاءاورقتلی القرآن“وغیرہ اہم کتابیں ہیں ۔

علم الکلام

اسلامی حکومت کے وسیع ہونے اور غیرعرب قوموں کے اسلام لانے کی وجہ سے نئے تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا،ساتھ ہی عبرانی ویونانی اور دوسری زبانونمیں موجود کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا،جس سے مسلمانوں کے اندر غیراسلامی خیالات پھیلنا شروع ہوئے۔اسی سے علم الکلام کا آغاز ہوا۔

علم الکلام کی بنیاد امام ابوالحسن الاشعری(936-873)نے ڈالی ۔ ان کی کتاب 'الابانہ اور مقالات الاسلامیین'بہت مشہور ہوئی۔اس کے علاوہ اس موضوع پردوسری مشہور کتابوں میں"کشف الاسرار،دقائق الکلام اور کتاب التمہید(قاضی ابوبکر باقلانی)،کتاب الشامل ، کتاب الارشاد(عبداللہ بن یوسف ابوالمعالی،م1085ء)،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءالعلوم الدین،معالرالعلوم،الجام العوام(امام غزالی ، م1111)کتاب التوحید،کتاب الجدل،کتاب المقالات(ابومنصورمحمدبن محمد،م945)،فی السیرۃالفاضلہ،کتاب الشکوک و المناقصات (محمد بن زکریا رازی،م854)، تہذیب الاخلاق،الفوز الاکبر، الفوز الاصغر(ابن مسکویہ ، م 1030)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علمِ فلسفہ

فلسفہ کا آغازعہدِ عباسی میں مامون رشید کے دور سے قیصرِ روم کے ذریعہ بھیجی گئی یونانی کتابوں کے عربی ترجموں سے ہوتا ہے ۔ارسطو اور افلاطون کے زیادہ ترجمے ہوئے ۔

فلسفہ میں یعقوب کندی،م 873ء(کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی مادون الطبیعیات و التوحید،جواہرِ خمسہ اور سلسلہ علل)اور ابو نصر الفارابی ، م 950(سیاسۃ المدنیۃ)نےسب سےزیادہ شہرت حاصل کی۔اس کااندازہ اس بات سےلگایاجاسکتا ہےکہ کندی کو'پہلاعرب فلسفی ' اورفارابی کو'معلم ثانی 'کا خطاب دیا گیا۔ان کے علاوہ دوسرے اہم فلسفیوں میں"ابن سینا(کتاب الشفا،کتاب الاشارات و التنبیہات) ،امام غزالی(مقاصد الفلاسفہ،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءعلوم الدین)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

2:عصری علوم

عباسی دور میں دینی علوم کی علاوہ اور دوسرے علوم مثلاً طب،ریاضی،فلکیات،علم کیمیا، اورمختلف سائنسی علوم نےبھی ترقی کی۔یہ علوم عربوں نے پہلےیونانی،سریانی،سنسکرت اور دیگرزبانوں سے سیکھا اورپھر ان کو عربی زبان میں منتقل کیا۔جس کے لیے باقاعدہ ہارون الرشید نے بیت الحکمت قائم کیا،جہاں ترجمہ نگاری کا کام ہوتاتھا ۔

مشہورمترجمین میں"حنین بن اسحاق،قسطا بن لوقا،عیسیٰ بن یحییٰ،یوحنا بن ماسویہ،حجاج بن مطر،یحییٰ بن بطریق،عبد الرحمان بن علی، سلام بن الابرش اور ثابت بن قرۃ"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم طب

قرآن و حدیث میں طب اور صحت کے اصولوں کے تعلق سے جگہ جگہ رہ نمائی کی گئی ہے۔چنانچہ خلفا اسلام نے ہر دور میں اس پر شروع ہی سے توجہ دی۔مسلمانوں میں یونانی طب کا رواج حکمائے یونان کی ان کتابوں سے ہوا جن کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔اس کےبعد انہوں نے اس فن کو مزید ترقی دی اور اس میں اضافہ بھی کیا۔

عباسی دور کے مسلم اطباءنے چیچک،خسرہ اور دوسری وبائی بیماریوں پرخصوصی توجہ دی اور ان کے ٹیکے ایجاد کیے۔اس کے علاوہ ”فرسٹ ایڈ کا طریقہ،پارے کا لیپ،ٹانکوں میں حیوانی آنتوں کا استعمال،زخموں کو داغنے،پتھری کو آپریشن کی ذریعے نکا لنے، آنکھ اور دانت کی سرجری،پٹی باندھنے کا طریقہ،ہڈیوں کو جوڑنے اور ان پر پلاسٹر چڑھانے کا طریقہ،آپریشن میں جدید آلات کا استعمال،دورانِ خون کا نظریہ،مرکّب ادویہ میں شکر کا استعمال اور آپریشن کرنے سے پہلے سُن کرنے کی طریقوں"سے دنیا کو روشناس کرایا۔

عباسی دورمیں خلفاءنے شفا خانے بھی کثیر تعداد میں تعمیر کرائے،جن کو’بیمارستان‘کہا جاتا تھاسب سے پہلا شفا خانہ ولید بن عبدالملک (715-705ء)نےدمشق میں بنوایا۔اس کےعلاوہ دوسرےمشہورشفاخانونمیں بیمارستان برمکہ،بیمارستان حربیہ بیمارستان السیدہ،بیمارستانِ المقتدری،بیمارستانِ ابن الفرات اور بیمارستانِ عضدی“ کا نام آتا ہے۔کل تعدادتقریباً60 تھی۔

ان شفا خانوں کی نگرانی کے لیے خلیفہ کی طرف سے ایک ناظم مقرر کیا جاتا تھاسنان بن ثابت اس عہدے پر بہت مشہور ہوئے۔آپ نے ہی اطباءکا امتحان لے کر ڈگری دینے کا طریقہ نکالا تھا۔

اس دور میں علم طب کے تین بڑے مراکز تھے۔

(۱)اسکندریہ (۲)جندی سابور(۳) حران۔

مشہوراطبامیں”یعقوب کندی،م871ء(طبقات الاطبا)،محمدبن زکریا رازی،م932(کتاب الحاوی،المنصوری،کتب طب الفقرا،کتاب الطب الملوکی،کتاب الجدری والحصبۃ)،موفق بن علی ہروی،م951(کتاب حقائق الادویہ)،شیخ بوعلی سینا،م1037ء(کتاب القانون ،کتاب القولنج ،کتاب الادویۃ القلبیۃ)،ابن نفیس،م1288(الکتاب الشامل فی الطب،موجزالقانون، کتاب المہذب فی الکحل)،ابن مسکویہ،م1031(کتاب الاشربۃ،کتاب البطیخ)،علی بن عیسی،م1049(تذکرۃ الکحالین)“وغیرہ ہیں۔جنھوں نے علم طب کو یونانیوں سے بھی زیادہ ترقی دی ۔حتی کہ یورپ نے بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کیا اور ایک زمانے تک یہ کتابیں ان کی یونیورسٹیو ں میں بھی پڑھائی جاتی رہیں۔

علمِ ریاضی

اس کی ترقی میں علمِ ہندسہ،علمِ نجوم اور علمِ ہیئت کا اہم کردار رہا،کیوں کہ ان تینوں ہی میں حساب کی ضرورت پڑتی ہے ۔مسلمانوں نے اصلاً اس فن کونویں صدی عیسوی میں ترقی دی۔اس دور میں قصر روم سے بہت ساری یونانی کتا بیں منگائی گئیں،جن میں ریاضی کی کتابیں بھی تھیں۔ان کے عربی میں ترجمے ہوئے۔اس سے مسلمانونمیں علم ریاضی کا شوق پیداہوا۔اس میدان میں محمد بن موسیٰ الخوار زمی کو حساب و الجبرا کا موجد اور بنو موسیٰ کو جیومیٹری کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔

عباسی دورمیں ریاضی کے میدان میں مسلمانوں کی اہم کارناموں میں"صفر کی ایجاد،اعشاریہ کا استعمال،عددی نظام (Arabic Numerals)کا استعمال،نامعلوم مقدار کے لیے'شئے'کا استعمال،دودرجی مساوات اورسہ درجی مساوات کوحل کرنے کے عمل کی دریافت،جذر اور جذر مکعب کا طریقہ،وقت کی تقسیم کا پیمانہ کی دریافت اور ٹرگنومیٹری کی بنیاد پر نقشہ مرتب کرنا"وغیرہ ہے۔

اس دور کے مشہور ریاضی داں درج ذیل ہیں:

"ابو کامل شجاع بن اسلم،م956ء(کتاب الطرائف فی الحساب،المخمس و المعشّر، کتاب فی الجبر و المقابلة)،عباس بن سعد جوہری،م 844(کتاب الاشکال تفسیر اقلیدس)،ابوطیب سند بن علی،م839(کتاب الحساب الہندی،کتاب القواطع، کتاب الجبر والمقابلہ)،حجاج بن یوسف مطر،م829(مقدمات اقلیدس)،محمدبن موسی خوارزمی،م847(کتاب الجبروالمقابلہ،علم الحساب)،عمرخیام1131 (کتاب الجبروالمقابلہ،مکعبات)،ابوریحان البیرونی،م1049(کتاب الہند،کتاب الآثارالباقیة)،احمدعبداللہ حبش حاسب(م829)،ابوالوفا بوزجانی،(کتاب فی ما یحتاج الیہ الکتاب و العمال من علم الحساب)،بنو موسیٰ شاکر (کتاب حیل بنو موسیٰ)،احمد بن یوسف المصری، ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الماہانی"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علمِ جغرافیہ

قرآن کی متعددآیات کا تعلق ِ جغرافیہ سے ہے۔جیسے رات دن کا تبدیل ہونا،سورج ،چانداور ستاروں کا حرکت کرنا،سمندر،صحرا،پہاڑ اور دریا وغیرہ۔ان سے مسلمانوں میں علمِ جغرافیہ کا شعور پیدا ہوا۔ساتھ ہی مختلف فتوحات، تجارت اور سفر نے بھی اس علم کو بڑھاوا دیا۔انہوں نے اس فن کو یونان، ہند اور ایران کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر کے حاصل کیا۔ پھر خود اس میدان میں تصنیف و تحقیق کا آغاز کیا ۔

عباسی دور میں ہی مسلم جغرافیہ دانوں نے زمین کی پیمائش کی، دنیا کا نقشہ ، بحری چارٹ، زمین کا گلوب اور ماڈل تیار کیا،زمین کا گول ہونا اور اس کا اپنی محور پر گھومنا ثابت کیا۔طول البلد،عرض البلد،قوس و قزح اور جوار بھاٹا کی اصولوں سے دنیا کو روشناس کرایااور اس موضوع پرکثیر تعداد میں کتابیں لکھیں۔ان میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

صورة الارض(محمدبن موسیٰ خوارزمی،م847)،المسالک والممالک(ابن خردازبہ،م913ء،مسلم جغرافیہ کاباوا آدم)،کتاب البلدان (احمد بن اسحاق الیعقوبی،م897)،کتاب الخراج، صنعة الکتاب(قدامہ بن جعفر الکاتب، م۲۲۹)،احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم(ابوعبداللہ المقدسی،م1000)،تاریخ الہند(ابوریحان البیرونی،م1048)اورتقویم البلدان(ابوالفدا،م1331)وغیرہ۔

علمِ کیمیا

یہ علم یونانیوں سے مصرکے علما اور سائنس دانوں نے سکھا ۔ پھرعباسی دور میں ان سے عربوں نے حاصل کیا۔ یونانی زیادہ تر 'اندازے اور قیاس 'سے کام چلاتے تھے۔لیکن مسلمانوں نے اس علم میں معروضی وحققیح تجربات

کرکے پختہ نظریات قائم کیے۔اس کا مقصد کم قیمتی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنا تھا۔اس کے لیے مختلف طرح کے تجربات کیے جاتے تھے،جس کی وجہ سے کیمسٹری کے میدان میں دوسرے بہت سے انکشافات ہوئے۔

مشہور کیمیا داں جابر بن حیا ن(م161ھ)بھی اسی دورمیں تھے،جن کو'کیمسٹری کا باوآدم'کہا جاتا ہے۔آپ نے سب سے زیادہ تجربہ پر زوردیاپارہ ،دھاتوں کو پگھلانے ،بھاپ کی ذریعہ اشیاءکو معلوم کرنے اور مختلف تیز ابوں کے بنانے کا کا م یاب تجربہ کیا۔آپ کی مشہور کتاب کیمیان المعادن اورکتاب جواہر الکبیر ہے۔دوسری مشہور کیمیادانونمیں"ابن وحشیہ، ذوالنون مصری، ابوبکر رازی ،یعقوب کندی،ابوحیان توحیدی ،ابن سینا اور ابوالحسن احمد الخشلیل"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

عباسی دورمیں ہی مسلم سائنس دانوں نے"تقطیر،تبخیر،کشید،تکلیس،تصعید،تحلیل،ترشیح کے طریقوں،مختلف طرح کے کیمیائی مرکّبات سلفاس،پوٹاشیم،نائٹرک ایسڈ،مرکری کلورائڈ،سلفر،پارہ،سرمہ،رنگین شیشی،رنگ سازی،عطرسازی،فولاد سازی، موم، خضاب،لوہے کی زنگ سے حفاظت ،چمڑےکی رنگائی،تجربی عمل کے لیے آلات"وغیرہ سے دنیا کوروشناس کرایا۔اس دور میں اس فن پر لکھی گئی کتابوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

"جوہرتین العتیقتین(الحمدانی)،فی مقالة وجوب صناعة الکیمیا(الفارابی)،رتبة الحکیم،غایة الحکیم(مسلمہ بن احمد المجریطی) ،عین الصنعة و عون الصناع(ابوالحکیم محمد بن ملک الخوارزمی الکائی،م1034)،حقائق الاستشہاد،کتاب الانوار و المفاتیح،مفاتیح الرحمۃاور انوار الحکمة(موئد الدین طغرائی،م1135)،مفتاح دار السعادة(ابن قیم الجوزی)"وغیرہ۔

علمِ لغت، نحو اور صرف

ان علوم کا آغاز اموی دور سے ہی شروع ہو گیا تھالیکن عباسی دور میں اس میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ان کے اہم مراکز میں وفہ، بصرہ، دمشق،حلب،مصر اور مرو وغیرہ کا نام آتا ہے۔ان علوم پر لکھی گئیں کتابیں درج ذیل ہیں:"

قراتِ قرآن،کتاب النوادر،کتاب الامثال(امام ابوعمرو بن العلا،م774)،کتاب العین،کتاب النقط و الشکل،کتاب العروض(امام خلیل بن احمد،م777)،کتاب اللغات،کتاب الامثال،کتاب النوادر،معانی القرآن(امام یونس حبیب،م798)،کتاب الصحاح(امام جوہری،م1002)،کتاب الاشتقاق(ابن درید)،اساس اللغة(امام زمخشری)،کتاب الجامع،کتاب الاکمال(عیسیٰ بن عمر ثقفی،م 766)،الکتاب(امام سیبویہ،م810)،المفصل(ابوالقاسم محمود،م1144)،کتاب الفیہ،کافیہ،تسہیل(امام ابوعبداللہ محمدبن مالک، م1274)،کتاب التصریف(امام مازنی،م862)، التصریف الملوکی(ابن جنی،م1002)،کتاب لامیة الافعال منظوم(امام ابن مالک،م885)، کتاب الشافیة (ابن حاجب، م1248)"وغیرہ ہیں۔

ادب اور شاعری

عباسی عہد میں شاعری کے موضوعات غزل،قصیدہ،ہجو،مقطعات،مرثیہ اور نظمیں وغیرہ تھی۔ان کی مختلف مراکز تھے،جن میں شام،مصر،عراق،افریقہ اور ایران کو خاص مقام حاصل تھا۔شاعری کی زبان پُر تکلّف،مسجع و مرصع اور رمز و کنایہ سے مزیّن ہوا کرتی تھی ۔

شعروشاعری میں"بشاربن برد(م784)،ابوالعتاہیہ،ابونواس(م815)،ابن المعتز،ابوتمام(م845)،بحتری(م 897) ، متنبی (م965)،ابوفراس ہمدانی(م968)اورابوالعلاءالمعری(1057)"جیسےشعراءاس دور میں مشہور ہوئے، جنہوں نے عربی شاعری کو اس کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

ادب کی میدان میں"جاحظ،م868ء(کتاب الحیوان،کتاب البخلا،البیان و التبین)،عبداللہ بن المقفع،م757(کلیلہ و دمنہ)،ابن قتیبہ،م889(الشعر والشعرا)،مبرد(الکامل)ابو عبیدہ، سیبویہ، ابن رشید، باقلانی، اور قدامہ بن جعفر "وغیرہ نے نام پیدا کیا اور ادبی دنیا کو جلا بخشی۔

ANS 04

مسلمانوں کی 711 میں سپین میں حکومت قائم ہوئی جب بنو امیہ کی حکومت ختم ہوئی تو ایک اموی شہزادہ عبدالرحمن الداخل فرار ہو کر سپین چلا گیا اور وہاں نئی اموی حکومت کی بنیاد رکھی یہاں مسلمانوں نے بڑے شاندار طریقے سے حکومت کی یہاں فن تعمیر فن مصوری میں کام کیا گیا وہاں تعلیم پر بھی بہت زیادہ کام کیا گیا کتابیں لکھی گیں تراجم کیے گے اور درس گاہیں تعمیر کی گیں

عبدالرحمن سوم کے اقتدار میں حکومت قرطبہ میں 70 لائبریریاں اور کتابوں کی دوکانیں تھیں عبدالرحمن سوم کا جانشین الحکم تھا یہ ایک بہت بڑا عالم تھا اس نے قرطبہ میں 23 سکول قائم کیے قرطبہ کی یونیورسٹی اتنی مشہور تھی کہ دنیا بھر کے طالب علم اپنے علم کی پیاس بھجانے یہاں اتے تھے الحکم نے مشرقی ممالک سے پروفیسروں کو یہاں انے کی دعوت دی اور انہیں شاندار تنخواہوں کی پیش کش کی اس نے یہاں ایک بڑی لائبریری تعمیر کی جس میں 4 لاکھ کتابیں تھیں یہ کتابیں اسکندریہ اور بغداد سے منگوائی گی تھیں اس سے سپین کے ثقافتی میدان میں اتنی ترقی ہوئی کہ ہر شخص پڑھنے لکھنے کے قابل ہو گیا اسپین میں بھی دیگر مسلم ممالک کی طرح مساجد کے ساتھ مدارس قائم کرنے کا رواج تھا لیکن بہت سے مدارس اور جامعات مسجد سے الگ بھی تھے ان مدارس کے اخراجات کے لیے حکومت نے بڑے بڑے اوقاف مقرر کیے تھے اور وقتا فوقتا خصوصی امداد بھی مقرر کی جاتی تھی تمام مدارس میں مفت تعلیم دی جاتی تھی ہر مسلمان کے لیے تعلیم حاصل کرنا ضروری تھا قرآن و حدیث ،فقہ ، شعروادب کی تعلیم عام طور پر مدارس میں ہوتی تھی لیکن جامعات میں تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تعلیم دی جاتی تھی ان مدارس اور جامعات کے لیے اس دور کے جید علماء اور اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی تھی تمام ملک میں کوئی گاوں بھی ایسا نہ تھا یہاں مفلس اور گنوروں کے بچے تعلیم کی نعمت سے محروم نہ ہوں بیرونی ممالک سے آنے والے طلباء کے ٹھہرنے کے لیے جامعات سے ملحقہ اقامت گاہیں بھی بنائی جاتی تھیں جن کے تمام اخراجات کی زمہ داری حکومت پر تھی حتی کہ متعلقہ مضامین کی کتابیں تک بھی طلباء کوحکومت کی طرف سے مفت فراہم کی جاتی تھیں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے جب طالب علم اعلی تعلیم کے لیے جاتا تو اس کا امتحان ضرور لیا جاتا تھا جو پاس ہو جاتا اسے داخلہ دیا جاتا ورنہ اگلے سال امتحان کے لیے تیاری کے لیے چھوڑ دیا جاتا اعلی تعلیم کے مضامین میں قرآن و حدیث اور فقہ کے علاوہ علوم قدیمہ ،ہندسیہ، ہیبت ، طب و جراحت ، موسیقی ، منطق ،

فلسفہ ، شعروادب ، تاریخ ، جغرافیہ ہوتے تھے لیکن فنون میں بھی طلباء کو ماہر کیا تھا بہت سے فنون کے شعبے بھی موجود تھے جیسا کہ حیاتی خطاتی چمڑے کا کام فن تعمیر کوزی گری فلاحت و زراعت وغیرہ تھے ان جامعات اور مدارس میں اسناد کے لیے کسی شخص کا مسلمان ہونا لازمی نہ تھا بلکہ تمام دارومدار علمی انہماک اور قابلیت پر ہوتا تھا جس میں یہ صفات ہوتی تھی وہ بلاتامل ان عہدوں پر فائز کیا جاسکتا تھا

چانچہ کچھہ یہودی اور عسائی بھی قرطبہ کی جامعات میں استاد مقرر تھے نویں اور دسویں عیسوی میں اسپین کی جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گی تھی طالب علم کسی بھی قوم مذہب سے تعلق رکھتا ہو با آسانی ان جامعات میں تعلیم حاصل کر سکتا تھا جس کا نتجہ یہ نکلا یورپ اور جنوبی ایشیا سے آنے والے عسائی اور یہودی طلباء بکثرت ہوتے تھے یہ مسلمانوں کی بے تعصبی کا ہی نتجہ تھا مسلمانوں نے تقربیا 8 سو سال سپین پر حکومت کی یہ وہ مسلمانوں کا سنہری دور تھا جب یورپ تاریخی میں ڈوبا ہوا تھا اس دور میں مسلمانوں کی بے پناہ ترقی کے ساتھہ ساتھہ علمی میدان کی ترقی قابل فخر ہے ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے علماء اندلس نے قرآن پاک کی تفسیر اور علوم قرآنی کی تشریح و توضیح میں گراں قدر خدمات سر انجام دی یہاں صرف معروف کتب کے نام ذکر کیے جاتے ہیں (ابو عبداللہ احمد بن قرطبی کی تفسیر "الجامع الاحکام القرآن") ابو بکر محمد بن عبداللہ کی تفسیر "احکام القرآن" ابو عبداللہ محمد بن یوسف حیان کی تفسیر "البحر المحیط" ابن العربی کی تفسیر "تفسیر القرآن الکریم" علماء اندلس نے حدیث میں بہت کام کیا چند معروف محدث قابل ذکر ہیں احمد بن خالد القرطبی نے علم حدیث پر "مسند امام مالک تحریر کی ابو محمد قاسم بن اصبح قرطبی نے سنن داود کے طریقے پر ایک سنن لکھی ابو عمر یوسف بن عبدالبر نے موطا امام مالک کی شرح تحریر کی اندلس میں امامالک کے ایک شاگرد یحیی بن یحیی مصمودی کے زریعے فقہ مالکی کو فروغ حاصل ہوا حکومتی حلقوں میں اس کا بڑا اثرو سوخ تھا جس کی وجہ سے اندلس میں فقہ مالکی کا دور دورہ رہا ابن خلدون لکھتے ہیں "امام مالک کا فقہی مسلک مغرب اور اندلس میں پھیلا اس کی وجہ یہ تھی کہ اندلس اور مغربی لوگ عام طور پر سیدھے حجاز جاتے اور بالخصوص مدینہ سے علم حاصل کرتے" اندلس کے فقہاوں میں زیاد بن عبدالرحمن ، عبدالمک بن حبیب ، قاضی ابوبکر بن عربی ، محمد بن احمد جو ابن رشد کے نام سے مشہور ہیں علماء اندلس نے علم سیرت پر بھی نہایت بلند پایہ کتب تحریر کی ابو عمر ابن عبدریہ نے " الصقد القرید" تحریر کی ابو الفضل القاضی نے " کتاب الشفاء" تحریر کی علماء اندلس تاریخ پر کام کرنے میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے ابو زید محمد بن خلدون نے العبر تحریر کی محمد بن موسی الرازی نے کتاب الرایات لکھی ابوبکر احمد بن راضی نے تاریخ اندلس لکھی ابن رشد نے اس موضوع پر دو اہم کتب تحریر کیں "مناہج الادلنہ فی عقائد الملتہ" اس کتاب میں آپ نے معتزلہ اشاعرہ ماتریدیہ صوفیا وغیرہ تمام مکاتب فکر کے دلائل کو بیان کیا " فضل المقال" یہ کتاب مختصر مگر جامع کتاب ہے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے اندلس کے شعراء میں ابوبکر محمد الزبیدی ، ابن حیان ، ابو القام ابراہیم بن محمد نے مشہور عرب شاعر متنبی کے دیوان کی شرح تحریر کی طب کے میدان میں اندلس کے طبیبوں میں ابوالقاسم الزہراوی جو قرطبہ کے قریب مدینہ الزہرہ کا

رہنے والا تھا اندلس کا ایک نامور طبیب تھا اس نے طب کے موضوع پر ایک کتاب "التصریف لمن عجزعن التالیف" تحریر کی ابوالقاسم زہراوی نے فن جراحت میں اقتصاص پیدا کیا اس نے اپنے اس نے اپنے جراحی کے الات خود ڈیزائن کیے انہیں اپنی ذاتی نگرانی میں تیار کروایا اور ان کے خاکے اپنی کتاب میں شامل کیے اور ہر آلہ کے استعمال کے بارے میں تفصیل تحریر کی عصر حاضر میں جراحی علاج کے ماہرین اسے بہت زیادہ اہمت دیتے ہیں یہ کتاب صدیوں تک یورپ کے بڑے جراحوں کے نزدیک ماخذ بنی رہی علم کیماء کے بارے میں اسکارٹ لکھتا ہے " عملی طور پر زمانہ حال کے کیماء اور دوا سازی کے موجد عرب کیماء ساز تھے انہی کے طفیل تیزاب شورہ پوٹاس چاندی کا پانی فاسفورس اور اکسجن کے وجود سے اگاہ تھے" اندلس میں سرکاری کتب خانے کے ساتھہ ساتھہ ذاتی کتب خانے بڑی تعداد میں تھے عوام کو کتابیں کرنے کا بڑا جنون تھا اندلس کے اسلامی حکمران الحکم رعایا میں یہ بات مشہور تھی جس کو بادشاہ سے ملنا ہے وہ اس کے لیے ایک نادر کتاب لکھے الحکم کی لائبریری قرون وسطی کی سب سے بڑی لائبریری تھی اس میں 4 الاکھہ کتابیں جمع تھیں اس کتب خانے کے بارے میں کہا جاتا ہے ایسا نادر اور قیمتی کتب خانہ نہ کرہ ارض پر پہلے موجود تھا نہ اب ہے اندلس کا ایک اور اہم کتب خانہ ابن فطیس کا تھا یہ بہت امیر شخص تھا جس محلے میں رہتا تھا سب مکانات اس کی ملکیت میں تھے اور سب کابوں سے بھرے پڑے تھے اس کو معلوم ہوتا فلاں کے پاس نادر کتاب موجود ہے اس کتاب کو ھاصل کرنے کے لیے بے دریغ پیسہ خرچ کر دیتا ابن سعد کا کتب خانہ عوام کے استفادے کے لیے وقف تھا محمد بن حزم کے کتب خانے میں نادر کتابیں موجود تھیں کتب خانوں میں مردوں کے مقابلے میں عورتیں بھی شریک تھی ایک مشہور کتب خانہ عائشہ بنت احمد کا تھا

ANS 05

عباسیوں کی انقلابی سپاہ کی تلواریں ان کے خون سے رنگین ہو رہی تھیں۔ جبلِ قاسیون (Mount Qasioun)کے دامن میں آباد اس شہر کے گلی کوچے فرشتہ اجل کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے گونج رہے تھے۔

عباسیوں کی سپاہ نے خاندان بنو امیہ کے افراد کو چن چن کر اور گن گن کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، مگر پھربھی ان میں ایک شہزادہ اپنے ایک بھائی اور بیوی بچوں سمیت یہاں سے بچ نکلنے سے کامیاب ہوگیا۔یہ بنوامیہ کے 10ویں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا پوتا عبدالرحمن بن معاویہ تھا۔

عبدالرحمن 113ھ میں پیدا ہوا،5سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، دادا نے پرورش کی اور اپنا ولی عہد بنانے کا ارادہ کر لیا۔مگر ابھی اس کی عمر19 یا 20 برس تھی کہ اموی حکومت کی بنیادیں اکھاڑ دی گئیں اور دمشق میں خلافت عباسیہ قائم ہوگئی۔ عبدالرحمن عباسیوں کے ہاتھوں خاندان بنو امیہ کے قتل عام میں بچ کر نکل جانے والا فرد تھا۔

دوسری طرف اس کا بھائی یحییٰ بھی محل سے فرار ہوکر صحرا کے ایک بدوی قبیلے کے پاس جا پنا ہ گزیں ہوا۔اس دوران عباسی اپنے حریفوں کو بے رحمی سے قتل کرتے رہے اور اِن دونوں بھائیوں کی تلاش شروع کر دی، بالآ خر انہوں نے دونوں کا سراغ لگا لیا۔

دونوں بھائی وہاں سے فرارہوئے اور دریائے دجلہ میں کود گئے۔ عباسی سپاہیوں نے انہیں رضاکارانہ گرفتاری دینے پر جان کی امان دینے کا وعدہ کیا تو یحییٰ ان کے کہنے پریقین کر کے دریا سے نکل پڑا ، لیکن عباسیوں نے اسے فوراً ہی قتل کر دیا،جبکہ عبدالرحمن تیر کر دریا عبور کر گیا۔

پھر وہ شام، فلسطین، شمالی افریقہ اور ماریطانیہ سے ہوتا ہوا 755ءمینمغربی اقصیٰ (موجودہ مراکش) جا پہنچا، جہاں سے اس نے اپنا سفیر ہسپانیہ بھیجا تا کہ وہ خاندان بنو امیہ کے وفادار اور سابق رہنماؤں کی حمایت حاصل کر سکے۔

ان رہنماؤں کی بڑی تعداد صوبہ البیرہ (Elviria) اور موجودہ غرناطہ میں مقیم تھی۔یہاں امیریوسف اندلس کا خود مختارگورنر تھا لیکن اس کی حکومت بہت کمزورتھی اور بنو امیہ کے حامی امراءعربوں اور بربروں کے نسلی اختلافات کے باعث خاصے پریشان تھے۔ انہوں نے عبدالرحمن کو اپنی حمایت کابھرپوریقین دلایا۔اموی شہزادے نے اس کو بھرپور موقع سمجھا اور اپنے وفاداروں کی دعوت پر ستمبر755ء میں مالقہ (Malaga)کے مشرق میں المُنَکّب(Almunnecar) کے ساحل پر جا اُترا۔

معرکہ مصارہ / مسارہ

یہاں پہنچ کر عبدالرحمن نے اپنے حامیوں کی مدد سے امیر یوسف سے مذاکرات کئے ۔ امیر یوسف نے بات چیت کے آغاز میں عبدالرحمن کو کچھ زمین اور اپنی ایک بیٹی نکاح میں دینے کی پیش کش کی ، مگر وہ اس سے زیادہ کی امید لگائے بیٹھا تھا۔

وہ دباؤ کے تحت پیشکش قبول کرنے پر آمادہ تھا کہ ایک ناخوشگوارواقعہ نے صورت حال پلٹ دی اور مذاکرات مزید رنجش میں تبدیل ہو گئے۔بہت سے قبائل اور وفادار امراءنے شہزادہ عبدالرحمن کی حمایت کردی، یوں عبدالرحمن نے 20ہزار کا لشکر تیار کر لیااور جنگ کے لئے قرطبہ کا رخ کیا۔

دوسری جانب امیر یوسف فہری بھی مقابلے کے لئے نکل پڑا۔دونوں فوجیں قرطبہ کے باہر دریائے وادی الکبیر (Guadalquivir) کے دونوں طرف خیمہ زن ہوگئیں۔ بالآ خر عبدالرحمن نے یوسف کو صلح کا چکمہ دے کر مطمئن کر دیا ۔یوسف نے صلح کے لئے عبدالرحمن کو دریا پار کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ یوں عبدالرحمن دریا عبور کر کے مصارہ کے میدان میں، جہاں یوسف پڑاؤ ڈالے بیٹھا تھا، دھوکہ سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔

یوسف اس صورت حال کے لئے قطعی تیارنہیں تھا۔اس سے یوسف کی فوج کا بہت نقصان ہوا ۔وہ خود اپنے ایک جرنیل صمیل بن عدی کے ہمراہ طلیطلہ بھاگ گیا۔یونمصارا کے میدان میں یہ خونزیز معرکہ 10ذی الحجہ 139ھ کو یوسف کی شکست کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا۔

عبدالرحمن مظفر و منصور قرطبہ میں داخل ہوا۔ اپنی فوج کو لوٹ مار سے روک کر اہل شہر کو امان دی اور یوسف کے گھر والوں کوہرطرح سے عفت و عصمت کے ساتھ محفوظ کیا ،یہیں سے اسپین میں بنو امیہ کی سلطنت بنو امیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود اپنے لئے "امیر" کا لقب اختیارکیا۔

دوسری جانب یوسف جنگ میں شکست کھا کر طلیطلہ بھاگ گیا تھا ، وہاں اس نے عبدالرحمن کے خلاف ایک اور جنگ کی تیاری کی اور پھر وہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کر دیا۔امیر عبدالرحمن کو اس کی تیاریوں کا علم ہوا تو وہ شہر سے نکل کر مقابلے کو آگے بڑھا۔

اب قرطبہ خالی تھا، یوسف نے اپنے بیٹے ابو زید کو قرطبہ پر حملے کے لئے بھیجا اور اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔عبدالرحمن کو صورت حال کا پتہ چلا تو وہ راستے ہی سے واپس پلٹ آیا۔

ادھر سے ابو زید عبدالرحمن کے دو معتبر سرداروں ابوعثمان اور عبید اللہ کوقیدی بنا کر اور عبدالرحمن کی دوکنیزوں کو لے کر یہاں سے چلتا بنا۔مگر راستے میں اسی کے معتمد اس پر لعن طعن کرنے لگے کہ جنگ مصارہ میں جب تمہاری ماں اور بہنیں عبدالرحمن کے قبضہ میں آگئی تھیں تو اس نے ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلو ک کیا اور تم اس کی دو کنیزیں بھگا کر لے جارہے ہو۔جس پر اسے شرم آئی اورایک خیمہ نصب کرا کے ضروریات زندگی کے سامان کے ساتھ دونوں کنیزوں کو یہیں چھوڑ دیا البتہ عبید اللہ کو زنجیروں میں جکڑ کر اپنے باپ کے پاس لے گیا، جوابھی البیرہ کے مقام پر تھا۔

عبدالرحمن کو اطلاع ملی کہ معاملہ خود بخود سلجھ گیا ہے تو اپنے گھوڑوں کی باگیں پھر البیرہ کی جانب موڑ دیں۔یہ آندھی اور طوفان کی طرح یوسف کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ بالآخر عبدالرحمن یوسف کے سر پر پہنچ گیا۔دونوں میں جنگ ہوئی، عبدالرحمن کا پلڑا بھاری تھا۔ یوسف نے صلح کی اپیل کی، عبدالرحمن نے ضمانت کے طور پر یوسف کے دوبیٹے یرغمال بنا کر اس شرط پر صلح کی کہ آئندہ وہ بغاوت و سرکشی نہیں کریں گے۔

عبدالرحمن کو اندلس کا امیر تسلیم کر لیا گیا۔ یوسف اور صمیل کی جاگیریں بحال ہوئیں، قلعوں کی کنجیاں عبدالرحمن کے سپرد کر دی گئیں اور یوسف کا مستقل قیام قرطبہ میں لازمی قرار پایا۔

یوسف نے پھر بغاوت کی ،اس بغاوت کے جرم میں وہ قتل ہوا۔امیر عبدالرحمن نے اس کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو قتل کر دیااور ایک جو ابھی کمسن تھا اسے معاف کر کے جان بخشی کر دی۔ لیکن بعد میں جوان ہوکر یہ بھی باغی بن گیا اور قتل ہوا۔

اُدھرعباسیوں نے بھی امیر عبدالرحمن کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ خلیفہ منصور عباس نے ایک شخص علاءبن مغیث عصبی کو اندلس کی سند حکومت دے رکھی تھی، اس نے قبیلہ فہر کی مدد سے قرمونہ کے مقام پر عبدالرحمن کا محاصرہ کر لیا۔ دوماہ کے محاصرے کے بعد تنگ آکر عبدالرحمان 700 بہادروں کو ساتھ لے کر باغیوں پر ٹوٹ پڑااور گھمسان کا ایسا رَن پڑا کہ 7ہزار آدمیوں کا آن کی آن میں صفایا کر دیا۔علاءبن مغیث اور اس لشکر کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

امیر عبدالرحمن نے عباسیوں کو سبق سکھانے کے لئے علاءبن مغیث اور اس کے مشیروں کے سر ان کی لاشونسے اُتروا لئے اور ان کی کھوپڑیوں کے کانوں کے ساتھ ان کے نام نسب لکھ کر لٹکا دئیے اور ایک بوری میں بند کر کے اس میں وہ سند حکومت بھی رکھ دی جو خلیفہ نے علاءبن مغیث کو جاری کی تھی اور اسے عباسیوں کے سیاہ پرچم میں لپیٹ کر عباسی خلیفہ منصور کو بھجوا دئیے۔

ادھر سے فارغ ہوکر وہ پھر طلیطلہ پہنچا، وہاں بھی اس کے خلاف بغاوت ہوچکی تھی۔اس نے پہنچتے ہی بغاوت کو کچل دیااور باغیوں کو قرطبہ لا کر پھانسی پر لٹکا دیا۔

اس کے باوجود کہ عبدالرحمن نے باغیوں کو سخت سزائیں دینمگر معلوم نہیں وہ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ باربار بغاوت پر آمادہ ہو جاتے۔ طلیطلہ کی بغاوت کے دو برس بعد لیلہ کے علاقے کے ایک سردار مطہری نے طلیطلہ کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے بغاوت کردی ۔ امیر نے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔

اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد اشقیاءنامی ایک شخص نے،جو سپین کے ایک مدرسہ کامدرس تھا، اپنا نام محمد مشہور کیااور امام مہدی ہونے کا دعوٰی کر دیا۔ اتفاق سے اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔ اس کے سبب اس نے بہت فائدہ اٹھایااور خود کو فاطمی سیّد کہلوانا شروع کردیا۔چنانچہ بہت سے ضعیف الاعتقاد بربروں نے اسے اپنا سردار بنا لیا۔اس نے کافی طاقت پکڑ لی۔ طلیطلہ کے اموی گورنر نے اس کو شکست دی اور اس کی فوج میں شامل بربروں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔بعد میں خود ساختہ سید اپنے ہی پیروکاروں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

مختصراً یہ کہ عبدالرحمن کی ساری زندگی سازشیوں ، دشمنوں اور باغیوں سے لڑتے گزری اور اسے کبھی آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا،لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ باغیوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایااور اپنی سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا۔بالآخر امیر عبدالرحمن نے 171ء(787ھ) میں وفات پائی،تاریخ میں انہیں عبدالرحمن الداخل اور عبدالرحمن اوّل کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاءنے علوم و فنون کی سرپرستی کی،لیکن ابوجعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

خلیفہ منصور نے بغداد شہر بسایا جو علوم و فنون اور تہذیب و تمدن میں دنیا کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھایہاں دور دراز سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے بڑے علوم و فنون کی مراکز بصرہ، کوفہ ، فسطاط، قیروان، رے، نیشاپور،مرو اور بخارا تھے۔

عباسی دور میں جن علوم و فنون کا ارتقا ہوا اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1:دینی علوم

قرآن کریم

اس پر عہدِ نبوی، عہدِخلفا راشدین اوراموی دور میں کام مکمل ہو چکا تھاتو اس میں کچھ کرنے کو باقی نہ تھا۔البتہ اس دورمیں قرآنی آیات کو مختلف طرح سے،دلکش انداز میں نقش و نگار کے ساتھ لکھے جانے کے فن کو فروغ دیا گیا۔

علمِ قرات

عہدِ عباسی میں اس فن پر خصوصی توجہ دی گئی اورقرّاءسبعہ(امام عبد اللہ بن کثیر عامربن یزید دمشقی(م736)،امام عبد اللہ بن کثیر مکّی (م738)،امام عاصم بن ابی النجود کوفی(م744)،امام ابو عمرو بن العلاءبصری(م771)،امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی (م 77 4)،امام نافع بن ابی نعیم مدنی(786)،امام علی بن حمزہ کسائی کوفی(م805)۔(ان میں سے چار موخر الذکر نے عباسی دور پایا تھا)نے اس میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں،پھر ان کے شاگردوں نے اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھیں،جس میں کتاب النہایۃ(محمدبن الجزری م1429)بہت مشہورہوئے۔دوسرےمصنفین میں"حافظ ذہبی(م1347)،محمدبن الجزری (م1429) ابو عمرو عثمان الدانی(م1052)،خلف بن ہشام،ابن کامل،ابو بکر طاہر، ابوبکرالنقاش ،ابوبکر بن الحسن، "وغیرہ مشہور ہوئے۔

علمِ تجوید

قرآن کریم کو اس کے صحیح مخرج اور خوش کن آواز میں پڑھنا تجوید کہلاتا ہے۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ اس فن پر سب سے پہلی کتاب موسیٰ بن عبیداللہ خاقانی بغدادی(م937)نے لکھی ۔

علمِ تفسیر:

"یہ ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے قرآن کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھا جاتا ہے اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے"۔عباسی دور میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور کثیر تعداد میں تفسیریں لکھی گئیں۔تمام مفسرین نے اپنے اپنے علم و فن کی لحاظ سے قرآن کی تفسیر کی،مثلاً تفسیرِ ماثورہ،تفسیر بالرائے اورتفسیر الفقہاء وغیرہ۔ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

تفیسرِطبری(محمدبن جریر،م923)،تفسیرامام ثعلبی(م1036)،تفسیر سفیان بن عینیہ(م814)،تفسیرعبدالرزاق (م826)، تفسیر شعبہ بن حجاج(م777)،تفسیر ابن مردویہ(م1019)،تفسیر مفاتیح الغیب(امام رازی م 1210) وغیرہ۔

علمِ حدیث

حدیث کے لغوی معنیٰ بات،کلام،بیان اور اظہار کے آتے ہیں ۔اصطلاح میں نبیِ کریم ﷺ کے اقوال،افعال،تقریرات اور صفات کو حدیث کہتے ہیں ۔عہدِ عباسی میں احادیث کی جمع و تدوین، تہذیب و تصحیح کا عظیم ترین کام ہوا۔ صحاحِ ستہ یعنی صحیح بخاری(ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل ،م 870)،صحیح مسلم(مسلم بن حجاج قشیری،م875)،سنن ابی داود(سلیمان بن اشعث،م888)،جامع ترمذی(ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،م 892)،سنن نسائی(احمد بن شعیب،م916)سنن ابن ماجہ(محمد بن یزید،م888)اسی دورمیں لکھی گئیں۔اس کے علاوہ احادیث کی

مشہور کتابوں میں سنن دارقطنی(ابوالحسن علی بن عمر، م995)صحیح ابن خزیمہ(محمد بن اسحاق،م923)،مستدرک حاکم(امام حاکم ابوعبداللہ،م 1015)،مسند خوارزمی (امام ابو بکر احمد بن محمد برقانی،م1034)وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم فقہ

علم فقہ وہ علم ہے جس میں تفصیلی دلائل کے ذریعہ احکام شرعیہ کو سمجھا جاتا ہے،بحث کی جاتی ہے اور قوانین اخذ کیےجاتے ہیں۔علم فقہ کی باضابطہ تدوین ترویج بھی عباسی دور کا کارنامہ ہے ۔فقہ کے چاروں مدارس یعنی فقہ حنفی(امام ابو حنیفہؒ،767-699)،فقہ مالکی(امام مالکؒ،795-715)،فقہ شافعی(امام شافعیؒ،830-767)،فقہ حنبلی(امام احمد بن حنبلؒ ، 855-780)اسی عہدمیں وجودمیں آئے۔ ان کے علاوہ فقہ جعفری (امام جعفر صادق،148-80ھ)بھی اسی زمانے میں مدون ہوئی۔

فقہ حنفی کو فروغ دینے میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابویوسف(183-113ھ)اور امام محمد بن حسن شیبانی (189-133ھ) کا اہم کردار رہا۔امام محمد قانون بین الممالک کے بانی اول سمجھے جاتے تھے۔فقہ مالکی کی سب سے اہم کتاب ’مدونہ‘ہے ،جس کو اسد بن فرات(م213ھ)اورامام محمد بن سحنون(م870)نے مرتب کیا تھا۔ امام شافعی کی مشہور کتاب ’کتاب الام‘ اور ’الرسالہ‘ہے۔ امام احمد بن حنبل نے’مسند‘کے نام سے حدیث کی ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ۔

فقہ کی دوسری اہم کتابوں میں”مختصر القدوری(احمد بن محمد قدروی،م1037)، کتاب الہدایہ(امام علی بن علی ابی بکر فرغانی، م 1197)،شرح الجامع الکبرق(امام بلخی،م1219)،الحاوی(ابوالحسن علی الماوردی،م1058)،احیاءعلوم الدین،کتاب الوجیز ، الوسیط ، البسیط،اختصارالمختصر(امام غزالی م1111)،ریاض الصالحین(امام نووی،م1277)،المغنی فی شرح الخرقی(امام ابن قدامہ،م 1223)“وغیرہ بہت مشہور ہوئہ ۔

سیرت اور تاریخ

مسلمانوں نے پہلےسیرت النبی پر لکھنا شروع کیا ،اس سے سیرت نگاری کو فروغ ملا۔سیرت اور مغازی دونوں ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہیں ،تو ساتھ ہی ساتھ مغازی کو بھی بڑھاوا ملا ۔پھر یہی سے تاریخ نگاری کا آغاز ہوا۔

عباسی دورمیں مورخین نے تاریخ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا۔اس میں خلفاءکی تاریخیں،فتوحات،شکست،وزرا،امرا، شرفا، ادبا، شعراء اور لوگوں کے پیشوں وغیرہ کو بھی شامل کیا۔ان پر کثیرتعداد میں کتابیں لکھی گئیں ۔ ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے ابن جریر طبری(923-839)نے چودہ جلدوں پرمشتمل تاریخ پر کتاب لکھی،جس میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے لے کر اپنے زمانے تک کے تین سو برس کے حالات تفصیل سے بیان کیےہیں ۔

*السیرة النبویة(ابن ہشام، م824)اس میں انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات زندگی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

*طبقات (ابن سعد،م845)، اس میں نبی ،صحابہ کرام اور تابعین کے حالات لکھے گئے ہیں۔

* فتوح البلدان(بلاذری،م892)نے لکھا،جس میں حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات،اندلس،وسط ایشیا اور سندھ وغیرہ کی فتوحات کا حال ذکر کیاہے۔

*مروج الذہب(مسعودی م956)نے جو کہ ایک بڑے جغرافیہ داں اور سیاح تھے،انہوں نے یہ کتاب لکھی جس سے ہمارے سامنے چوتھی صدی ہجری کے حالات مکمل طورپر واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

ان کے علاوہ سیرت اور تاریخ پر "کتاب المغازی(موسیٰ بن عقبہ،م758)،انساب الاشراف (بلاذری ،م892)،تاریخ الرسل والملوک(طبری،م923)،کتاب المعارف(ابن قطیبہ دینوری،م889)،کتاب الاوراق(الصولی،م947)، تجارب الامم وتعاقب الہمم(ابن مسکویہ،م1030)،تاریخ دمشق(ابن عساکر،م1176)،وفاوت الاعیان(ابن خلکان،م1282)،ارشادالالباب الی المعرفت الادباء(یاقوت حموی،م1229)،فتوح مصرو اخبارہ(ابن عبدالحکم مصری،م 871)، کتاب العبر و دیوان المبتداو الخبر فی ایام العرب و العجم و البربر(ابن خلدون،م1406)،اخبار ا لمغفّلین، کتاب الاذکیا(ابن الجوزی،م1201)، اخبار الاجواد، البخلاءاورقتلی القرآن"وغیرہ اہم کتابیں ہیں ۔

علم الکلام

اسلامی حکومت کے وسیع ہونے اور غیرعرب قوموں کے اسلام لانے کی وجہ سے نئے تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا،ساتھ ہی عبرانی ویونانی اور دوسری زبانونمیں موجود کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا،جس سے مسلمانوں کے اندر غیراسلامی خیالات پھیلنا شروع ہوئے۔اسی سے علم الکلام کا آغاز ہوا۔

علم الکلام کی بنیاد امام ابوالحسن الاشعری(873-936)نے ڈالی ۔ ان کی کتاب 'الابانہ اور مقالات الاسلامیین'بہت مشہور ہوئی۔اس کے علاوہ اس موضوع پردوسری مشہور کتابوں میں"کشف الاسرار،دقائق الکلام اور کتاب التمہید(قاضی ابوبکر باقلانی)،کتاب الشامل ، کتاب الارشاد(عبداللہ بن یوسف ابوالمعالی،م1085ء)،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءالعلوم الدین،معالرالعلوم،الجام العوام(امام غزالی ، م1111)کتاب التوحید،کتاب الجدل،کتاب المقالات(ابومنصورمحمدبن محمد،م945)،فی السیرۃالفاضلہ،کتاب الشکوک و المناقصات (محمد بن زکریا رازی،م854)، تہذیب الاخلاق،الفوز الاکبر، الفوز الاصغر(ابن مسکویہ ، م 1030)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علمِ فلسفہ

فلسفہ کا آغازعہدِ عباسی میں مامون رشید کے دور سے قیصرِ روم کے ذریعہ بھیجی گئی یونانی کتابوں کے عربی ترجموں سے ہوتا ہے ۔ارسطو اور افلاطون کے زیادہ ترجمے ہوئے ۔

فلسفہ میں یعقوب کندی،م 873ء(کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی مادون الطبیعیات و التوحید،جواہرِ خمسہ اور سلسلہ علل)اور ابو نصر الفارابی ، م 950(سیاسۃ المدنیۃ)نےسب سےزیادہ شہرت حاصل کی۔اس کااندازہ اس بات سےلگایاجاسکتا ہےکہ کندی کو'پہلاعرب فلسفی ' اورفارابی کو'معلم ثانی 'کا خطاب دیا گیا۔ان کے علاوہ دوسرے اہم فلسفیوں میں"ابن سینا(کتاب الشفا،کتاب الاشارات و التنبیہات) ،امام غزالی(مقاصد الفلاسفہ،تہافۃ الفلاسفہ،احیاءعلوم الدین)"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

2:عصری علوم

عباسی دور میں دینی علوم کی علاوہ اور دوسرے علوم مثلاً طب،ریاضی،فلکیات،علم کیمیا، اورمختلف سائنسی علوم نےبھی ترقی کی۔یہ علوم عربوں نے پہلےیونانی،سریانی،سنسکرت اور دیگرزبانوں سے سیکھا اورپھر ان کو عربی زبان میں منتقل کیا۔جس کے لیے باقاعدہ ہارون الرشید نے بیت الحکمت قائم کیا،جہاں ترجمہ نگاری کا کام ہوتاتھا ۔

مشہورمترجمین میں"حنین بن اسحاق،قسطا بن لوقا،عیسیٰ بن یحییٰ،یوحنا بن ماسویہ،حجاج بن مطر،یحییٰ بن بطریق،عبد الرحمان بن علی، سلام بن الابرش اور ثابت بن قرۃ"وغیرہ کا نام آتا ہے۔

علم طب

قرآن و حدیث میں طب اور صحت کے اصولوں کے تعلق سے جگہ جگہ رہ نمائی کی گئی ہے۔چنانچہ خلفا اسلام نے ہر دور میں اس پر شروع ہی سے توجہ دی۔مسلمانوں میں یونانی طب کا رواج حکمائے یونان کی ان کتابوں سے ہوا جن کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔اس کےبعد انہوں نے اس فن کو مزید ترقی دی اور اس میں اضافہ بھی کیا۔

عباسی دور کے مسلم اطباءنے چیچک،خسرہ اور دوسری وبائی بیماریوں پرخصوصی توجہ دی اور ان کے ٹیکے ایجاد کیے۔اس کے علاوہ "فرسٹ ایڈ کا طریقہ،پارے کا لیپ،ٹانکوں میں حیوانی آنتوں کا استعمال،زخموں کو داغنے،پتھری کو آپریشن کی ذریعے نکا لنے، آنکھ اور دانت کی سرجری،پٹی باندھنے کا طریقہ،ہڈیوں کو جوڑنے اور ان پر پلاسٹر چڑھانے کا طریقہ،آپریشن میں جدید آلات کا استعمال،دورانِ خون کا نظریہ،مرکّب ادویہ میں شکر کا استعمال اور آپریشن کرنے سے پہلے سُن کرنے کی طریقوں"سے دنیا کو روشناس کرایا۔